جماعت سازی کی ضرورت اور اس کی بنیادیں

قاری یحییٰ اشرف عبدالغفار ☆

جماعت کا مفہوم

جماعۃ (ع) مادۃ ج م ع سے ہے۔ جَمَعَ کے معنی ہیں اکٹھا کیا' اتفاق کیا' متفرق چیزوں کو ایک دوسرے کے قریب لا کر ملا دیا' موافقت کی' متفرق اور بکھری ہوئی چیزوں کو یکجا کیا۔ اَجْمَعَ اسی مادہ سے بروزن اَفْعَلَ ہے۔ مَجْمُوْعٌ سے مراد ہے اُن اشیاء کا مجموعہ جنہیں اِدھر اُدھر سے اکٹھا کر لیا گیا ہو ہر چند کہ وہ شئے واحد نہ ہوں (اَلَّذِیْ جُمِعَ مِنْ هٰهُنَا وَهٰهُنَا وَاِنْ لَمْ یَجْعَلْ کَالشَّیْءِ الْوَاحِدِ)۔ اَمْرٌ جَامِعٌ کے معنی ہیں وہ اہم معاملہ جس کے لیے جمع ہوں۔ اجمعت کذا کا محاورہ عام طور پر اس چیز کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس پر غور و فکر سے پہنچا گیا ہو۔

جوامع' جامع اور اجماع کے الفاظ اسی مادے سے ہیں اور مَجْمُوْعٌ' جَمْعٌ' جَمِیْعٌ اور جَمَاعَۃٌ کے ایک ہی معنی ہیں۔

جماعۃ کے معنی ہیں گروہ' پارٹی۔ از روئے لسان العرب: عدد کل شیء و کثرتہ۔ اور تاج العروس میں ہے الجمع: جماعۃ الناس۔ گویا جمع کا لفظ مصدر بھی ہے اور جماعۃ الناس کا اسم بھی' اور جمع کے معنی ہیں: المجتمعون اور اسی کی جمع ہے جموع۔ جماعۃ کا استعمال عام ہے' یعنی صرف انسانوں کے اجتماع تک محدود نہیں' مثلاً کہا جاتا ہے جَمَاعَۃُ الشَّجَرِ وَجَمَاعَۃُ النَّبَاتِ (۱)

☆ ریسرچ ایسوسی ایٹ' شعبہ تحقیق اسلامی' قرآن اکیڈمی لاہور

مادۃ (ج م ع) کا استعمال ہر چند کہ قرآن مجید میں متعدد بار ذکر ہوا ہے تاہم لفظ ''جَمَاعَة'' الفاظِ قرآنیہ میں سے نہیں ہے' لیکن حدیث میں جماعۃ کا لفظ بکثرت استعمال ہوا ہے اور وہاں اس کے مختلف مفہوم ہیں:

(۱) مثلاً بنیادی طور پر جماعت کا لفظ باجماعت نماز میں شریک ہونے والوں کے لیے استعمال ہوا ہے' جیسا کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

((اِثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ)) (۲)

یعنی ''باجماعت نماز دو یا دو سے زیادہ افراد کے شریکِ نماز ہونے سے ہوتی ہے۔''

دوسری حدیث میں ہے:

((صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً))(۳)

''باجماعت نماز کا ثواب اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ ہے۔''

اس سلسلے میں مزید دیکھئے: (۱) صحیح البخاری' کتاب البیوع' باب ۴۹۔ (۲)صحیح مسلم' کتاب المساجد'(۳) مسند احمد بن حنبل ج۲۷۶/۱۔۳۸۲۔ و ۶۵/۲ (٤) سنن النسائی' کتاب الامامة وغیرہ۔

اس سلسلے میں جب امام کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس سے امامِ نماز مراد ہوتا ہے' جیسے فرمایا:

((اِذَا رَكَعَ الْاِمَامُ فَارْكَعُوْا)) (٤)

''جب امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔''

(۲) جماعت کا لفظ احادیث میں اس جماعت کے لیے بھی استعمال ہوا ہے جو کسی امام کی اطاعت پر جمع ہوگی۔ یہ استعمال ان احادیث میں ہوا ہے جہاں یہ مضمون بیان ہوا ہے۔ مثلاً:

((فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا اِمَامٌ......)) (۵)

یعنی ایسے وقت میں جبکہ مسلمانوں کی نہ جماعت ہو اور نہ ان کا کوئی امام' کیا طریق عمل اختیار کرنا چاہیے؟

(۳) جماعت کا لفظ نبی اکرم ﷺ نے ان سیاسی وثیقوں میں بھی استعمال کیا ہے جو ابنِ سعد نے نقل کیے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے صاحب بحرین کو جو خط لکھا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں:

وَاَدْعُوْكَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَتُطِيْعَ وَتَدْخُلَ فِى الْجَمَاعَةِ فَاِنَّهٗ خَيْرٌ لَّكَ(٦)

یعنی تو ہماری جماعت میں داخل ہو جا۔ یہاں مسلمانوں کی سیاسی' قانونی اور حکومتی اساس پر تنظیم مراد ہے۔ انہی معنوں میں جماعت کا لفظ اس حدیث میں بیان ہوا:

((وَالْمَارِقُ مِنَ الدِّيْنِ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ))(٧)

(٤) احادیث میں جماعت کا لفظ مندرجہ ذیل معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے' اس سلسلے میں موجود کچھ احادیث یہ ہیں:

((يَدُ اللّٰهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ))(٨)

''جماعت کے ساتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔''

یہاں پر جماعت سے مراد جماعتِ حق ہے' یعنی حق کی پیروی کرنے والے۔ اور حق کی پیروی کرنے والے دراصل اہل السنۃ والجماعۃ ہیں۔ پس جو کوئی بھی اہل السنۃ والجماعۃ کے مجموعی عقائد اور افکار کے مطابق ہے وہ جماعت حق میں ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے:

((اَمَّا تَرْكُ السُّنَّةِ فَالْخُرُوْجُ مِنَ الْجَمَاعَةِ))(٩)

''سنت کو ترک کرنا تو جماعت سے نکل جانا ہے''۔

یعنی جس نے سنت ترک کی وہ جماعت سے نکل گیا۔

حدیث میں ہے:

((مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ اِلَّا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً))(١٠)

''جس نے 'جماعت' سے بالشت بھر بھی علیحدگی اختیار کی وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔''

ایک اور حدیث میں ہے:

((اِنَّ اُمَّتِىْ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِى النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً وَهِىَ الْجَمَاعَةُ))(١١)

''میری اُمت ۷۲ فرقوں میں بٹے گی' سب کے سب دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک کے جو 'الجماعۃ' ہوگا''۔

بعض مشہور فرقے یہ ہیں: خوارج' معتزلہ' شیعہ وغیرہ۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: کتاب الفرق بین الفرق' ص ٨' ببعد۔

(۵) احادیث میں جماعت کا لفظ عامۃ المسلمین کے لیے بھی استعمال ہوا ہے جنہیں قوم' نسل' رنگ' زبان اور ملک کے اختلاف سے قطع نظر' محض دینی اور اسلامی رشتے نے مسلمانوں کی ایک قوم بنا دیا۔

(٦) فقہاء جماعت کا لفظ با جماعت نماز ادا کرنے والوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح ان کے نزدیک جماعت کا اصولی مفہوم وہ جماعت صحابہؓ ہے جو نماز میں آنحضور ﷺ کے ساتھ شریک ہوتی تھی۔ بعد میں نماز سے قطع نظر صحابہ کی پوری جماعت مراد لی جانے لگی۔ حنبلی عقائد میں یہ خیال برابر کام کرتا رہا کہ حقیقی مسلمان بننے کے لیے ضروری ہے کہ آنحضور ﷺ کے اُسوہ کو پیش نظر رکھا جائے اور جماعت صحابہ کے تعامل کو مدنظر رکھا جائے۔

جماعت کے تصور کے بارے میں مختلف مکاتب فکر میں اختلاف ہے۔ مثلاً امام طبری رحمہ اللہ کے خیال میں جماعت کا مفہوم صرف صحابہ تک محدود نہ رکھا جائے۔ امام ابن تیمیہؒ کے بقول 'جماعت' کا مطلب ہے اجتماع' اس کی ضد 'فرقہ' ہے۔ اگرچہ جماعت کا لفظ خود مجتمع ہونے والوں پر بھی بولا جاتا ہے'(۱۲) لیکن جب جماعت کا لفظ سنت کے ساتھ بولا جائے' مثلاً اہل السنۃ والجماعۃ' تو وہاں اس سے اس اُمت کے سلف مراد ہوتے ہیں۔ یعنی صحابہ اور تابعین' جو اللہ کی کتاب اور رسول اکرم ﷺ کی سنت مطہرہ سے ثابت شدہ حق صریح پر رہے ہوں۔(۱۳)

ابوشامہ لکھتے ہیں کہ جہاں جماعت سے وابستگی اور لزوم کا حکم آیا ہے وہاں اس سے مراد حق سے وابستگی اور اس کا اتباع ہے' چاہے حق پر جمے رہنے والے لوگ کم اور اس کے مخالف زیادہ ہی کیوں نہ ہوں' کیونکہ حق وہ ہے جس پر نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم والی جماعت تھی۔(۱٤)

ایک بار عبداللہ بن المبارک سے ''جماعت'' کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ اس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ''ابوبکرؓ اور عمرؓ''۔ کسی نے کہا ابوبکرؓ اور عمرؓ تو فوت ہو چکے ہیں! فرمایا: ''تو پھر فلاں اور فلاں''۔ اس نے کہا وہ بھی فوت ہو چکے ہیں۔ ابن المبارک نے کہا: ''(تو پھر) ابوحمزہ سکریؒ جماعت ہیں''۔(۱۵) چنانچہ امام ابن المبارک نے جماعت کی تفسیر اس شخص یا اشخاص سے کی ہے جن میں کتاب وسنت کی مکمل اتباع کی صفات پوری ہوتی ہوں۔ اس لیے ان لوگوں کو بطور مثال پیش کیا ہے جن کی اقتداء کی جا سکے' اور اس لحاظ سے اپنے زمانے میں صرف ابوحمزہ سکریؒ کا ہی ذکر کیا ہے جو کہ اہل علم وفضل اور زہد وورع میں یگانہ تھے۔ جہاں تک

ان احادیث کا تعلق ہے جن میں التزامِ جماعت اور اس سے عدم خروج کو فرض قرار دیا گیا ہے' تو علماء کے مابین اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ ان احادیث میں جماعت کے لفظ سے مقصود کیا ہے۔ مگر یہ اختلاف کسی بڑے تضاد یا تعارض پر مبنی نہیں ہے بلکہ اسے زیادہ سے زیادہ تنوع قرار دیا جا سکتا ہے۔ کچھ تفصیل اوپر مذکور ہے اور مزید تفصیل کے لیے آگے دیکھتے ہیں:

☆ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک جماعت سے مراد اہل علم ہیں۔(۱۶)

☆ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل علم کے نزدیک جماعت کی تفسیر یہ ہے کہ وہ اہل فقہ اور حاملین علم وحدیث ہیں۔(۱۷) اسی طرح ابن سنان کا قول بھی ہے کہ اس سے مراد اہل علم اور اصحاب الآثار (محدثین) ہیں۔(۱۸) ایک قول یہ بھی ہے کہ جماعت سے مراد اہل اسلام کی جماعت ہے' جب وہ شریعت کے کسی مسئلے پر اجماع کر لیں۔ اور یہ قول اس حدیث سے ماخوذ ہے:

((اِنَّ اُمَّتِیْ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰی ضَلَالَۃٍ))(۱۹)

''یقیناً میری اُمت ضلالت (گمراہی) پر مجتمع نہیں ہوگی۔''

امام ابن حجرؒ و امام نوویؒ نے امام احمد بن حنبلؒ کا قول نقل کیا ہے کہ:

ان لم یکونوا اھل الحدیث فلا ادری من ھم۔ وقال عیاض اراد احمد بن حنبل رحمہ اللّٰہ اھل السنۃ والجماعۃ۔

''اگر یہ اہل حدیث نہیں ہیں تو میں نہیں جانتا کہ اور کون ہو سکتے ہیں۔ قاضی عیاضؒ نے فرمایا کہ امام احمد بن حنبل کی مراد اہل سنت والجماعت ہیں۔''

ترمذی کے مشہور شارح قاضی ابن العربی فرماتے ہیں:

لزوم الطریقۃ التی یتمسک بھا الناس ولا یکون المرء شاذا خارجا عن منھاجھم وھذہ الجماعۃ ھی الصحابۃ والتابعون والاخیار المسلمون فی جادۃالدین ومنھاج الحق المبین(۲۰)

''اس طریق کا التزام کرنا جس پر دوسرے لوگ عمل کرتے ہیں' اور یہ کہ انسان ان کے راستے سے الگ نہ رہے۔ یہ الجماعۃ (جس کے التزام کا حکم دیا گیا ہے) صحابہ وتابعین اور بہترین مسلمانوں کی جماعت ہے جو دین اور حق کی شاہراہ پر قائم رہتے ہیں''۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ضروری نہیں ہے کہ اس جماعت کے افراد ایک ہی مقام پر کام

کرتے ہوں' بلکہ زمین کے اقطار واطراف میں پھیلے ہوئے کوئی بھی ہو سکتے ہیں۔ کچھ ان میں سے بہادر اور دلیر مجاہد ہوں گے' کچھ فقہاء اور محدثین ہوں گے' کچھ امر بالمعروف والنھی عن المنکر کا کام کرتے ہوں گے اور کچھ خیر اور بھلائی کے دوسرے کام کرتے ہوں گے۔ یہ ایک معجزہ ہے کہ یہ صورت حال دورِ نبوی ﷺ سے لے کر آج تک قائم رہی ہے اور اُس وقت تک قائم رہے گی جب تک اللہ کا وہ حکم نہ آ جائے جس کا ذکر حدیث میں ہوا ہے۔ (۲۱)

شاہ ولی اللہؒ نے جماعت المسلمین کا لفظ جماعت کفار کے مقابلے میں استعمال کیا ہے۔ علامہ رشید رضا کے نزدیک بھی جماعت کے مفہوم میں وسعت ہے' حنابلہ کی طرح محدود نہیں ہے۔ ان کے نزدیک جماعت سے مراد ہر عہد کے ارباب حل وعقد ہیں۔ لیکن وہ یہ بات برملا کہتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں جماعت سے مسلمانوں کا سوادِ اعظم مراد لیا جاتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد اپنی رائے کا اظہار اِن الفاظ میں کرتے ہیں:

''اس بنا پر شارع نے اسلام اور اسلامی زندگی کا دوسرا نام جماعت رکھا ہے اور جماعت سے علیحدگی کو جاہلیت اور حیاتِ جاہلی سے تعبیر کیا ہے۔ افراد تباہ ہو سکتے ہیں لیکن ایک صالح جماعت کبھی تباہ نہیں ہو سکتی' اس پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ ان کے نزدیک جماعت سے مقصود افراد کا ایسا مجموعہ ہے جس میں اتحاد' اختلاف' امتزاج اور نظم ہو۔ اجتماع کے یہ خواص واوصاف نہ تو حاصل ہو سکتے ہیں اور نہ قائم رہ سکتے ہیں جب تک کہ کوئی بالاتر' فعال اور مدبر طاقت وجود میں نہ آئے اور وہ منتشر افراد کو ایک متحد اور مؤتلف وممزوج اور منظم جماعت کی شکل میں قائم نہ رکھے''۔ (۲۲)

اسلام میں مسلمانوں کی جماعت کی تشکیل کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ تم وہ بہترین اُمت ہو جو خلافِ شریعت اور قانون تمام اطاعتوں کو قبول کرنے سے انکار کر دے جو ایک اللہ کی اطاعت کے تحت اور اس کے قانون کی پابندی میں نہ ہوں۔ کیونکہ اپنے ملک کا ایک ہی جائز مالک اور اپنی خلق کا ایک ہی جائز حاکم اللہ ہے۔ مولانا آزاد ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''اگر ایسا نہیں ہے تو ایک بھیڑ ہے' ایک انبوہ ہے' جانوروں کا ایک جنگل ہے' کنکر پتھر کا ایک ڈھیر ہے' مگر نہ تو ''جماعت'' ہے نہ ''اُمت'' نہ ''قوم'' نہ ''اجتماع''۔ اینٹیں ہیں مگر دیوار نہیں' کنکر ہیں مگر پہاڑ نہیں' قطرے ہیں مگر دریا نہیں' کڑیاں ہیں جو ٹکڑے ٹکڑے کر دی جا سکتی ہیں' مگر زنجیر نہیں ہے جو بڑے بڑے جہازوں کو گرفتار کر سکتی ہیں''۔ (۲۳)

شیخ الحدیث مولانا گوہر رحمٰن ؒ فاضل دیوبند اپنی کتاب تفہیم المسائل' جلد ۵ میں اسی

عنوان کے تحت الجماعۃ بمعنی اہل السنۃ والجماعۃ لکھتے ہیں:

''احادیث میں الجماعۃ کا اطلاق ان تمام مسلمانوں پر بھی ہوا ہے جو فکر و عمل کے اعتبار سے سنت رسولؐ اور سنت اصحابِ رسول کا التزام کرتے ہیں' جن کو اصطلاحاً اہل السنۃ والجماعۃ کہا جاتا ہے۔ الجماعہ کا یہ مفہوم اس حدیث سے ماخوذ ہے جو افتراقِ امت کے نام سے مشہور ہے ...... مشہور اسلامی فرقے تو آج صرف دو ہیں' ایک اہل السنۃ والجماعۃ اور دوسرا شیعہ۔ مگر یہ بات کبھی بھی بھولنی نہیں چاہیے کہ اہل سنت میں وہ تمام مکاتب فقہ شامل ہیں جو سنت رسولؐ اور سنت اصحابِ رسولؐ کا عقیدے اور عمل دونوں میں التزام ضروری سمجھتے ہیں۔ حنفیہ' شافعیہ' مالکیہ' حنابلہ' اہل حدیث اور اہل الظاہر یہ سب اہل السنۃ والجماعہ میں شامل ہیں۔ اس طرح پاکستان اور عالم اسلام کی وہ تمام اسلامی تحریکیں اور دینی تنظیمیں جو مذکورہ اصول کا التزام کرتی ہیں' جس نام سے بھی موسوم ہوں' سب کی سب اہل سنت والجماعۃ میں شامل ہیں اور سب ایک بہت بڑی عالمی نظریاتی جماعت یعنی اہل السنۃ والجماعۃ کے اعضاء ہیں اور اس کی ذیلی برادر تنظیمیں ہیں۔ فروع اور جزئیات میں تعبیر و اجتہاد کے تنوع کی وجہ سے جو اختلافی آراء اہل السنۃ کے مکاتب فقہ کے درمیان موجود ہیں یا طریق کار' حکمت عملی اور تدابیر کا جو تنوع اہل السنۃ کی ذیلی برادر تنظیموں اور تحریکوں میں نظر آ رہا ہے یہ اہل السنۃ کے ملت واحد اور الجماعۃ ہونے کے منافی نہیں ہے''۔ (۲٤)

ڈاکٹر کمال المصری ایک سوال کے جواب میں مفہوم جماعت اس طرح تحریر کرتے ہیں:
''سنن نبویؐ سے جو آثار ہمیں ملتے ہیں ان آثار کی روشنی میں جماعت کے دو مفہوم ہیں:
(ا) مفہوم اعتقادی (۲) مفہوم سیاسی۔

(ا) <u>مفہوم اعتقادی</u>: مفہوم اعتقادی میں اشارہ ہے کسی جماعت کی دعوت اور طریقہ (منہج) کی طرف کہ کیا یہ دعوت اور طریقہ کار اہل سنت والجماعۃ کے بنیادی عقائد و افکار کے مطابق ہیں؟ اگر مطابق ہیں تو یہ جماعت سازی صحیح ہے اور اگر مطابق نہیں ہے تو یہ صحیح نہیں ہے۔

(۲) <u>مفہوم سیاسی</u>: جس میں اشارہ حکومت اور نظام سیاست کی طرف ہے جو مذکورہ دعوت اور طریق کار نافذ کرنے کے لیے تیار ہے۔ دراصل دونوں مفہوموں کو جمع کرنے سے معنی مکمل ہو جاتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ہر وہ اجتماع جو اسلام کی خدمت کے لیے اٹھا ہو وہ جماعت کے مفہوم میں

شامل ہے۔ کیونکہ دراصل مقصد اسلام کی خدمت کرنا ہے اور جماعات واجتماعات تو وسیلہ ہیں اور وسیلہ کسی بھی شکل میں باقی ہو وہ مجرد وسیلہ ہے اور یہ جماعتوں کا وجود ایک شرعی ضرورت ہے کیونکہ بعض فرائض کی ادائیگی بغیر جماعت کے ممکن نہیں ہے اور ما لا یتم الواجب فھو واجب۔ چونکہ جماعت سازی وسائل میں سے ہے نہ کہ مقاصد' اس لیے ہم میں سے ہر ایک کی یہ خواہش ہے کہ سفر کی صورت میں منزل تک پہنچنے کے لیے بہتر ٹرانسپورٹ کا انتخاب کریں۔ لہٰذا اسلام کی خدمت کے لیے اور اسلامی نظام نافذ کرنے کے لیے بھی آپ کے سامنے جو آسان اور جامع راستہ موجود ہو' وہ اختیار کریں خواہ وہ فرد کی شکل میں ہو' خواہ جماعت یا حکومت کی شکل میں۔ بہرحال موازنہ مواز نہ رہے اور نظر مقاصد پر رہے نہ کہ وسائل پر''۔[۲۵]

فتویٰ درباره جماعاتِ اسلامیہ

فتویٰ کا نمبر ۲۷۸۸ ہے اور عنوان **تعدد الجماعات اسلامیة لا باس به مادامت ملتزمة بالكتاب والسنة**۔ تاریخ فتویٰ ۱۶ صفر ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱/۶/۱۹۹۹ اور سوال ہے: **ماحكم تعدد الجماعات الاسلامية؟**۔ فتویٰ کا مختصر مفہوم اور ترجمہ یہ ہے:

الحمد لله والصّلاة والسّلام على رسول الله وآله واصحابه

امابعد!

پس ہر کوشش جو اقامت دین اور دعوت الی اللہ کی طرف ہو (حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ) ایسی کوشش میں خیر ہے۔ ہر وہ جماعت جو اہل سنت وجماعت کے طریقہ کار کے مطابق ہو وہ خیر اور ہدایت پر ہے۔ تو ایسی متعدد جماعتیں جو علاقائی اختلاف اور خصوصیات کے ساتھ ہوں' کوئی مضائقہ نہیں (یعنی جائز ہے) جب تک اہل سنت والجماعت کی حدود سے قولاً وعملاً باہر نہ ہوں' اور اگر فرقہ واریت پر اور متعصب اور قوم پرست ہوں تو یہ جائز نہیں ہے۔

عبدالله الفقيه مفتی و نگران مرکز الفتوی بالشبكة الاسلامية نت[۲۶]

متعدد کتابوں کے مؤلف ہیں فقہ ونحو وصرف میں۔

خلاصہ

مذکورہ بحث کے تحت جو اہم اقوال جماعت کے مفہوم کے بارے میں ہیں یا جن کے لزوم کا احادیث میں حکم وارد ہوا ہے' کا ماحصل یہ ہے کہ جماعت کے مفہوم کے تین پہلو ہیں:

(۱) ایک تو یہ ہے کہ جماعت ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو ایک امام (خلیفہ) پر شریعت کے تقاضوں کے مطابق مجتمع ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس ''جماعت'' کا لزوم واجب ہے اور اس سے خروج حرام ہے' جیسا کہ احادیث میں موجود ہے۔

(۲) الجماعۃ کا اطلاق ان تمام مسلمانوں پر بھی ہوتا ہے جو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع صحابہؓ کا التزام کرتے ہوں' اگرچہ ان کے پاس حکومت اور اقتدار موجود نہ ہو' جن کو اہل السنۃ والجماعہ کہا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر جماعت ''مذہب حق'' کا نام ہے۔ جماعت کی یہ تفسیر کہ اس سے مراد صحابہ ہیں یا اہل علم ہیں یا اہل اجماع ہیں یا یہ کہ سوادِ اعظم ہیں' یہ سبھی کچھ ایک معنی کی طرف لوٹتا ہے اور وہ یہ کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اس راستے پر چلنے والے ہوں جس پر اللہ کے رسول اور ان کے صحابہ کرامؓ تھے' خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ' اور چاہے اُمت کے احوال یا زمان ومکان کا کتنا بھی فرق کیوں نہ ہو۔ اسی لیے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: جماعت وہ ہے جو حق کی موافقت پر ہو چاہے تم اکیلے ہی کیوں نہ ہو۔ [۲۷]

ایک دوسری روایت کے الفاظ میں ان کا قول یوں ہے: جماعت' اللہ کی اطاعت کی موافقت ہی میں ہوتی ہے چاہے تم اکیلے ہی کیوں نہ ہو۔ [۲۸]

اور وہ احادیث جو افتراقِ اُمت سے متعلق ہیں اور ''یَدُ اللّٰہِ مَعَ الْجَمَاعَۃِ'' وغیرہما ساری اس جماعت حق پر دلالت کرتی ہیں جو اوپر ذکر کیا گیا۔

(۳) الجماعہ کا اطلاق عالم اسلام کی اُن تمام منظم تنظیموں پر ہوتا ہے جن کے دستور اور طریق کار میں قرآن وسنت کے خلاف کوئی چیز موجود نہ ہو اور وہ اقامت دین ونفاذِ شریعت اور دعوتِ دین وغلبۂ دین کے لیے جدوجہد کرتی ہوں' بقول مولانا گوہر رحمٰنؒ وہ سب کی سب الجماعہ یا جماعت المسلمین کی برادر تنظیمیں اور ذیلی شاخیں ہیں' بشرطیکہ وہ طریقۂ کار' حکمت عملی' تنظیم وتربیت کے نظام اور اجتہادی مسائل میں اختلافِ آراء کے باوجود پارٹی تعصب اور فرقہ واریت کے جراثیم سے محفوظ ہوں اور جسد واحد کے مختلف اعضاء کی طرح باہمی تعاون و تناصر کے ساتھ دعوتِ دین' اقامت دین اور غلبۂ دین کے لیے کام کرتی ہوں۔ [۲۹]

یہی بات شیخ عبداللہ بن بازؒ نے بھی ذکر کی ہے:

''اگر اسلامی جماعات اہل السنۃ والجماعہ کے عقائد کے مطابق ہیں تو کوئی بات نہیں (یعنی جائز ہے) اگرچہ ایک سے زائد جماعات ہوں لیکن ان کا ہدف اور طریق ایک ہونا ضروری ہے (یعنی اہل السنۃ والجماعۃ)''۔ [۳۰]

ضرورت

اقامت دین کی جدوجہد کے لیے جماعت کا قیام والتزام لازم ہی نہیں بلکہ واجب اور فرض ہے۔ ایسی جماعت کے بارے میں قرآن مجید میں یہ الفاظ مبارکہ ملتے ہیں:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ (آل عمران)

''اور تم میں سے ایک جماعت تو ایسی ضرور ہونی چاہیے جو نیکی کی طرف بلاتی ہو' بھلائی کا حکم دیتی ہو اور برائی سے روکتی ہو۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔''

امام المفسرین محمد بن جریر الطبری ؒ (متوفی ۳۱۰ھ) ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ولتكن منكم امة جماعة يدعون الى الخير يعنى الى الاسلام وشرائعه التى فشرعها اللّٰه لعباده ويأمرون بالمعروف يامرون الناس باتباع محمدﷺ ودينه الذى جاء من عند اللّٰه وينهون عن المنكر وينهون عن الكفر باللّٰه والتكذيب بمحمدﷺ وبما جاء به من عند اللّٰه (۳۱)

''(اے اہلِ ایمان!) لازم ہے کہ تم میں سے ایسی جماعت موجود رہے جو خیر کی دعوت دیتی ہو' یعنی دین اسلام اور ان احکامِ شرعیہ کی دعوت دیتی ہو جنہیں اللہ نے اپنے بندوں کے لیے جاری کیا ہے اور معروف کا حکم دیتی ہو' یعنی محمد ﷺ اور اس کے دین کی پیروی کا حکم دیتی ہو جسے وہ اللہ کی جانب سے لے کر آئے ہیں اور برائی سے روکتی ہو' یعنی اللہ کا کفر کرنے سے' محمد ﷺ کو جھٹلانے سے اور اس دین کو جھٹلانے سے روکتی ہو جسے وہ اللہ کی جانب سے لے کر آئے ہیں''۔

ابن جریر الطبری ؒ کی مذکورہ بالا تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں 'مِنْ '' تبعیض کے لیے ہے' خیر و معروف سے مراد دین اسلام اور اللہ کی شریعت ہے اور منکر سے مراد تمام خلافِ شریعت امور ہیں۔ ظاہر ہے کہ اسلام اور شریعت زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے احکام و تعلیمات کا نام ہے' صرف چند عبادات اور اخلاقی اصولوں کا نام تو نہیں ہے' اس لیے اسلام و شریعت کی دعوت دینے والی جماعتیں سیاست اور معیشت کو اپنے پروگرام اور منشور سے خارج نہیں کر سکتیں۔

جب پورے دین کی دعوت دی جاتی ہو تو اسلامی سیاست کی دعوت کو اس سے باہر نہیں رکھا جا سکتا۔ ایسی جماعتیں دینی اور سیاسی کہلائی جا سکتی ہیں جن کا ثبوت اسی آیات مبارکہ سے ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جمہور علماء کے نزدیک ''مِنْ'' تبعیضیہ ہے۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

والمقصود من هذه الآية ان تكون فرقة من الامة متصدية لهذا الشأن وان كان ذلك واجباً على كل فرد من الامة بحسبه[٣٢]

''اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ اُمت میں سے ایک جماعت ایسی موجود رہنی چاہیے جو اسی کام کی جانب متوجہ رہتی ہو' اگرچہ یہ کام اُمت کے ہر فرد پر اس کی توفیق کے مطابق واجب ہے''۔

مذکورہ بالا تفصیل اور حوالوں سے میرا مقصد اس نکتے کو ثابت کرنا ہے کہ اُمت مسلمہ کے تمام افراد اگرچہ دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مکلف ہیں لیکن اس کے فرض کی ادائیگی ہر فرد کے لیے مشکل بھی ہے اور فرداً فرداً غیر منظم طور پر یہ کماحقہ ہو بھی نہیں سکتا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم میں سے ایسی جماعتیں قائم ہونی چاہئیں جو یہ فرض انجام دیں۔ ایسی جماعتیں گویا پوری اُمت کا فرض ادا کریں گی۔ یاد رکھیے! بقول الشیخ عبداللہ بن بازؒ یہ جماعت اگر ایک ملک کے لیے ہو تو ملکی سطح تک کفایت کرنے والی ہو اور اگر یہ جماعت گاؤں تک محدود ہو تو گاؤں والوں کے لیے کفایت کرنے والی ہو اور اسی طرح ایک قبیلے میں اگر جماعت کفایت کرنے والی نہ ہو تو پھر ایسی صورت میں باقی لوگوں سے حکم ساقط نہیں ہوگا بلکہ سب پر فرضِ عین ہوگا' ورنہ بصورتِ دیگر سب گناہگار رہوں گے۔ یہ رائے امام نوویؒ اور معاصر علماء میں سے الشیخ عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کی بھی ہے۔[٣٣]

مذکورہ باتوں کی مزید وضاحت رسول اللہ ﷺ کی مندرجہ ذیل احادیث سے ممکن ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((اِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِیْ سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوْا اَحَدَھُمْ))[٣٤]

''جب تین افراد بھی سفر پر نکلیں تو اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں''۔

مذکورہ حدیث میں فلیؤمروا کا ذکر ہے۔ یہ امر کا صیغہ ہے اور تاکید کے ساتھ وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ پس جب بروقت تین مردوں کے لیے سفر کی حالت میں امیر کا انتخاب تاکید کے ساتھ شرعاً واجب ہو گیا تو اس سے زیادہ تعداد کے لیے' جب وہ عارضی حالت سفر میں بھی نہ

ہوں' امیر کا انتخاب بہت زیادہ تاکید کے ساتھ واجب قرار پائے گا۔(۳۵)

دوسری حدیث میں ہے:

((لَا يَحِلُّ لِثَلَاثَةِ نَفَرٍ يَكُوْنُوْنَ بِاَرْضِ فَلَاةٍ اِلَّا اَمَّرُوْا عَلَيْهِمْ اَحَدَهُمْ)) (۳۶)

''تین اشخاص (افراد) کے لیے' خواہ وہ بیابان (صحراء) ہی میں کیوں نہ ہوں' اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ اپنے میں سے ایک کو امیر مقرر کر لیں۔''

یہاں پر لَا يَحِلُّ ذکر ہے' اس کا فائدہ یہ ہے کہ تین میں سے ایک کو امیر نہ بنانا گناہ ہے' اور حرام کے مقابل فرض ہے۔ پس تین بندوں کے لیے حالت سفر میں امیر بنانا شرعاً واجب ہوگا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قلیل (کم) ترین جماعت اور سب سے چھوٹے گروہ کے لیے بھی ضروری قرار دیا کہ ان میں سے ایک کو ذمہ دار بنایا جائے تو اس سے زیادہ تعداد میں تو یہ (بالاولیٰ) ضروری قرار پائے گا۔(۳۷)

اجتماعی زندگی کی اس تاکید کے باوجود جماعت سازی کی کلی ممانعت کا فیصلہ ہرگز مناسب نہیں ہوگا۔ عالم اسلام کے عظیم داعی' مفکر اور تحریک اسلامی کے عظیم مجاہد اور شہید لیڈر' مفسر تفسیر ''فی ظلال القرآن'' سید قطب شہید ؒ فرماتے ہیں:

''مسلم معاشرہ محض افراد کے دلوں میں اسلام کی نظریاتی بنیاد قائم ہو جانے سے کبھی وجود میں نہیں آ سکتا خواہ ایسے زبانی نام لیواؤں اور دلی خیر خواہوں کی دنیا کے اندر کتنی بڑی بھیڑ جمع ہو جائے۔ اس معاشرے کو برپا کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ اسلام کی قولی شہادت ادا کرنے والے ایک ایسی تحریک کی شکل اختیار کریں جو زندگی سے لبریز اور فعال و منظم ہو' اس کے افراد کے اندر باہمی تعاون اور یکجہتی ہو' ہم آہنگی اور ہم نوائی ہو' وہ جداگانہ تشخص رکھتی ہو' اس کے اعضاء انسانی جسم کے اعضاء و جوارح کی طرح منظم اجتماعی حرکت کے جلوہ میں اس کے وجود کا دفاع و استحکام کرتے ہوں' اس کی جڑوں کو زمین کی گہرائیوں میں اتاریں اور اس کی شاخوں کو افق تا افق وسیع کریں اور ان عوامل و اسباب کا سد باب کریں جو اس کے وجود اور نظام پر حملہ آور ہوتے اور اسے مٹانے کے درپے ہوتے ہیں۔ تحریک کے افراد یہ سب فرائض ایک ایسی بیدار مغز' دور اندیش' باضمیر قیادت کی رہنمائی میں سرانجام دے سکتے ہیں جو جاہلی قیادت سے مستقل اور جداگانہ وجود رکھتی ہو۔ جو ایک طرف ان کی حرکت اور تگ و دو کی تنظیم کرے اور اس میں یکجہتی' وحدت اور یگانگت پیدا کرے اور دوسری طرف ان کے ''اسلامی وجود'' کے

استحکام اور توسیع وتقویت کا انتظام بھی کرے اور اپنے حریف مقابل جاہلی وجود کو زائل اور اس کے اثرات کو ناپید کرنے میں ان کی رہنمائی کرے۔ جاہلی معاشرے کی تہہ بہ تہہ ظلمتوں کے اندر اگر از سرنو اسلام کی شمع فروزاں کی جائے گی تو خواہ کوئی دور ہو اور کوئی ملک' اس کے بغیر قطعاً کوئی چارۂ کار نہ ہوگا کہ پہلے اسلام کے اس مزاج اور فطرت کو لازمی طور پر سمجھ لیا جائے کہ اس کی نشوونما ایک تحریک اور ایک نامیاتی نظام کے بغیر ہرگز نہ ہو سکے گی''۔(۳۸)

الشیخ ڈاکٹر عبدالعزیز بن عبدالفتاح القاری' سابق امام مسجد قباء مدینہ منورہ' استاد و ڈین فیکلٹی قرآنِ کریم' اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ' مجلّہ اوزبکستان المسلمة کے ساتھ ایک تفصیلی انٹرویو میں ایک سوال کے جواب میں اس طرح رقم طراز ہیں:

''ہر وہ جماعت اور اسلامی ادارہ جس کا کارکن ایک یا ایک سے زائد شرعی مقاصد کے لیے جمع ہو خواہ وہ اسلامی حکومت کی حدود کے اندر ہو یا اسلامی حکومت کی حدود سے باہر ہو' وہ جماعت صغریٰ ہے اور اسلامی نقطۂ نظر سے ایسی اسلامی جماعت بنانے اور تأسیس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے' بلکہ بنانا واجب ہے۔ ایسی جماعت کی مثالیں کافی ہیں۔

ایک مثال: تین یا زائد از تین مسلمانوں کا شرعی مقصد کے لیے سفر پر نکلنا' جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔ آسان اور جامع الفاظ میں ہر وہ جماعت جو شرعی مقصد کی تکمیل کے لیے جمع ہو' کیونکہ اس قسم کا شرعی مقصد انفرادی طور پر پورا کرنا ممکن نہیں ہے جب تک اس کو اجتماعی طور پر تعاون نہ حاصل ہو۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ اس طرح کی جماعات اسلامی ہیں اور سنت نبوی ﷺ کے مطابق ہیں اور اس حوالے سے ہر وہ دعویٰ رد کرتے ہیں جس کی کوئی صحیح بنیاد نہ ہو۔ ایسے لوگوں کا صرف ایک کام ہے دوسروں پر تہمت لگانا اور ان کے عیبوں کی ٹوہ لگانا۔ ایسے لوگ اسلام کی کوئی خدمت نہیں کرتے بلکہ اسلام کو زخمی اور غیر صحیح پیش کرتے ہیں۔ پہلے تو یہ ہونا چاہیے کہ ایسے لوگ نیک اعمال میں کوشش کریں اور اپنے اوقات اور کوشش کو اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی خدمت میں وقف کریں نہ کہ غلط تہمت لگانے اور گمراہ کن پروپیگنڈا کرنے میں' ان لوگوں کے حق میں جو اسلام کے لیے کام کرتے اور کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے ہمارا ایک سوال اور گزارش ہے۔ اگر یہ ادارے اور جماعات غلطی پر ہیں تو آپ ہمیں دکھائیں کہ صحیح کیا ہے؟ پس

اُٹھیے اور آگے کام کیجیے! اور یہ صحیح مقاصد اور اہداف حاصل کیجیے جن سے یہ لوگ غافل ہیں اور آپ لوگ ان کو متنبہ کریں۔ کیوں اپنا اور دوسروں کا وقت اس طرح کی تہمتوں میں ضائع کرتے ہیں جس کی کوئی مستند اور قانع دلیل نہیں ہے؟ یہ بات صحیح ہے کہ کوئی مسلمان اور کوئی جماعت بھی غلطی اور نقص سے پاک نہیں ہے مگر انبیاء علیہم السلام۔ اور جب تک یہ جماعات اہل السنۃ والجماعۃ کے بنیادی عمل اور عقیدے کے مطابق ہیں تو ہم خطا کی صورت میں عذر پیش کرتے ہیں اور حکمت اور بصیرت کے ساتھ تصحیح کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور تعاون کرتے ہیں۔ ان آیات مبارکہ کے مصداق: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المائدۃ:٢) چنانچہ اس لیے مسلمانوں پر فرض ہے کہ ایسی جماعتوں کی امداد اور نصرت کریں' ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کریں اور اگر اس قسم کی جماعات نہیں ہیں تو لوگوں کو چاہیے ایسی جماعات بنائیں' کیونکہ جماعات اور اجماع کے بغیر لوگ انفرادی طور پر کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اور یہ روشن حقیقت کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے۔ کوئی دلیل مانگتا ہے تو دلائل بہت۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت سے پہلے مکہ میں تھے تو اہل مدینہ نے دو مرتبہ بیعت کی اور یہ عمل اسی ضرورت پر دلالت کرتا ہے کہ جماعت کی تشکیل ہر وقت اور محل کی ضرورت ہے۔

اور اسی طرح بیعت عقبہ اولیٰ وغیر ذلک' انصار کا مہاجرین کے ساتھ اچھا برتاؤ' یہ سب کچھ ایسے وقت میں ہوا جب اسلامی حکومت نہیں تھی لیکن اسلامی جماعت بنی تھی اور اسی کے تحت امیر کی اطاعت جاری تھی۔ اور فقہی قاعدہ ہے:

ما لا یتم الواجب الا بہ واجب

''جس چیز کے بغیر فرض کی تکمیل نہیں ہو سکتی وہ فرض ہو جاتی ہے۔''

اسلامی شعائر کو زندہ رکھنا اسلامی حکومت کا کام ہے۔ لیکن اگر اسلامی حکومت اور حکمران نہ ہوں' تطبیق شریعت نہ ہو تو ایسی صورت میں یہ کام مسلمانوں کی ذمہ داری اور خاص طور پر علماء کے ذمے ہو جاتا ہے۔ اور ایک بار پھر اسی نکتے سے ہم جماعت سازی کی اہمیت کی طرف جاتے ہیں کہ طبعی طور پر جماعت کی اہمیت ہے' اور اس قسم کے شرعی امور بغیر منظم طریقے کے پیش کرنا ممکن نہیں۔ بہر حال دراصل لفظ **الجماعۃ** سے ہم سمجھتے ہیں کہ اس سے مراد مسلمان ہیں۔ مسلمان شرعی قیادت کے تحت اسلام کی سربلندی کے لیے جمع ہو جاتے ہیں۔ یہ ہے خلاصہ جماعت سازی کا جو کہ مزید اس حدیث سے واضح ہو جاتا ہے:

((اِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِی سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوْا اَحَدَهُمْ)) (حوالہ گزر چکا ہے)
''جب تین بندے سفر پر نکلیں تو اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں''۔

اس حدیث کی شرح میں امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر میں اتنی قلیل (کم) تعداد کو جماعت بنانے اور امیر مقرر کرنے کا حکم دیا تو زیادہ تعداد کی صورت میں بطریقہ اولی امیر کا انتخاب واجب ہوگا''۔ (۳۹)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے:

واما رأس الحزب فانه رأس الطائفة التی تتحزب ای تصير حزبا فان كانوا مجتمعين على ما امر الله ورسوله من غير زيادة ولا نقصان فهم مؤمنون لهم ما لهم وعليهم ما عليهم۔ وان كانوا قد زادوا فی ذلك ونقصوا مثل التعب لمن دخل فی حزبهم بالحق والباطل والاعراض عمن لم يدخل فی حزبهم سواء كان على الحق والباطل۔ فهذا من التفرق الذی ذمه الله تعالى ورسوله فان الله ورسوله امرا بالجماعة والائتلاف ونهيا عن التفرقة والاختلاف وامرا بالتعاون على البر والتقوى ونهيا عن التعاون بالاثم والعدوان (۴۰)

''جماعت کا رہنما اس گروہ کا رئیس ہوتا ہے جس نے ایک جماعت کی شکل اختیار کرلی ہو تو اگر یہ لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام پر بغیر کسی کمی بیشی کے مجتمع ہوئے ہوں تو یہ مؤمن ہیں۔ ان کے لیے وہ اجر ہے جو ان کے لیے مقرر ہے اور ان پر اُن احکام کی پابندی کرنا ضروری ہے جو ان پر لازم ہیں' لیکن اگر انہوں نے اللہ ورسولؐ کے احکام میں کمی بیشی کی ہو' مثلاً ان لوگوں کے لیے تعصب کرنا اور ان کی حمایت کرنا جو ان کی پارٹی (جماعت) میں داخل ہوں خواہ وہ حق پر ہوں یا باطل پر ہوں' تو یہ طرزِ عمل اس گروہ بندی میں شامل ہے جس کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مذمت کی ہے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے حق پر مجتمع ومتحد ہونے اور باہمی اتحاد وائتلاف کا حکم دیا ہے اور حق سے الگ ہو جانے اور حق سے اختلاف کرنے سے منع کیا ہے' نیکی اور تقویٰ میں تعاون کا حکم دیا گیا ہے اور گناہ اور ظلم میں تعاون سے منع کیا ہے''۔

شیخ عبدالعزیز بن بازؒ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہر انسان پر واجب ہے کہ وہ حق کی اتباع کرے اور حق وہی ہے جسے اللہ اور اس کے

رسولؐ نے فرمایا اور وہ کسی ایک جماعت کو لازم نہ پکڑے خواہ وہ اخوان المسلمین ہو' جماعت اسلامی' انصار السنۃ (اہل حدیث) یا کوئی دوسری جماعت۔ اگر ان جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت کی طرف منسوب ہو تو بغیر کسی غلو کے اس کی صحیح اور درست باتوں کی پیروی کرے جو مبنی برحق ہوں۔ اس کی ہر اچھی اور بری بات کو ماننا شرعاً درست نہیں ہے بلکہ حق کی اتباع کرنا ضروری ہے' خواہ حق اخوان المسلمین سے ملے یا انصار السنۃ سے یا کسی دوسری جماعت سے۔ یعنی ہر حال میں حق کی پیروی اور تعاون کرے' کسی خاص مذہب کا التزام نہ کرے اور اس کی غلط اور باطل چیز کو درست تسلیم نہ کرے۔ ایسا کرنا منکر ہے اور اس کی پیروی کرنا جائز نہیں ہے''۔(٤١)

اور اسی طرح اس سوال کے جواب میں کہ کیا اسلامی جماعات کا قیام اسلامی ملکوں میں نوجوانوں کی بیداری اور ان کی اسلامی تربیت کے لیے عصر حاضر کی خوبیوں میں سے شمار ہوگا' وہ فرماتے ہیں کہ اس طرح اسلامی جماعتوں کے وجود میں مسلمانوں کے لیے خیر ہے' لیکن ضروری ہے کہ اور کوشش یہ کی جائے کہ حق کی وضاحت دلیل کے ساتھ ہو اور ایک دوسرے کو متنفر نہ کریں اور آپس میں تعاون کی کوشش کی جائے اور ان کی اچھائیاں بیان کریں اور اس میں کوئی ممانعت نہیں کہ ایسی جماعت ہو جو کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کی طرف دعوت دیتی ہو۔(٤٢)

اور ایک اور فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ یہ ساری جماعتیں فرقہ ناجیہ میں داخل ہیں اِلاّ یہ کہ ان میں سے کوئی کفر کرے جس سے وہ اصل ایمان سے خارج ہوتی ہو۔(٤٣)

شیخ کے مذکورہ بیان سے واضح ہوتا ہے کہ دراصل اسلام میں امارتِ کبریٰ ہے اور اس کے فقدان کی صورت میں حق جہاں سے ملے اسے قبول کرنا چاہیے۔

شیخ محمد ناصر الدین البانی اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

''کتاب و سنت اور سلف صالحین کے حالات کو جاننے والے کسی مسلمان پر یہ امر مخفی نہیں ہے کہ اسلام میں گروہ بندی' خواہ منہج کے اعتبار سے ہو یا اسلوب کے اعتبار سے' اس کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿...... وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝﴾ (الروم)

''اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ' ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے

ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے' ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے مگن ہے۔''

ہاں! اسلام میں صرف کتاب و سنت کی دعوت دینا اور ((وَمَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ)) پر قائم جماعت ہی حزب اللہ ہے: ﴿اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ اور ہر وہ جماعت جو اپنے اصول و فروع اور ہر چھوٹے بڑے مسائل میں کتاب و سنت اور سلف صالحین کے منہج پر قائم نہ ہو اور اس کا منہج اسلامی احکام کا پوری طرح احاطہ نہ کرتا ہو وہ جماعت حزب اللہ کہلانے کی مستحق نہیں ہے اور اسے فرقہ ناجیہ بھی نہیں کہا جا سکتا اور اسے حدیث میں وارد صراط مستقیم پر گامزن بھی نہیں کہا جا سکتا۔

اگر بالفرض مان لیا جائے کہ مختلف اسلامی ملکوں میں کتاب و سنت اور سلف صالحین کے منہج پر مختلف ناموں سے مختلف جماعتیں قائم ہیں اور ان کا منہج اور طریقہ ایک ہے لیکن وہ مختلف مسلکوں میں بٹے ہوئے ہیں تو انہیں عقیدہ' منہج اور فکر و ثقافت کے اعتبار سے مختلف احزاب نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ درحقیقت ایک ہی جماعت ہے۔ اس کے برخلاف اگر مختلف ملکوں میں مختلف جماعتیں قائم ہوں اور ان کا منہج کتاب اللہ و سنت رسولؐ اور سلف صالحین کے منہج پر قائم نہ ہو تو وہ ایک جماعت نہیں کہلا سکتی اور نہ انہیں صراط مستقیم پر گامزن کہا جا سکتا ہے' بلکہ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ راستے شیطان کے راستے ہیں جن پر شیاطین لوگوں کو اپنی طرف بلا رہے ہیں''۔ (۴۴)

شیخ البانی کے مذکورہ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ خواہ امامت کبریٰ ہو یا دنیا کے مختلف ملکوں میں دین کی کوئی جماعت قائم ہو' وہ شریعت کی نگاہ میں اس وقت مقبول ہے جب کتاب اللہ' سنت رسولؐ اور سلف صالحین کے منہج پر قائم ہو' ورنہ وہ مردود ہے۔ الشیخ عبدالقادر عبدالعزیز لکھتے ہیں:

''مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اس جماعت کے ساتھ تعاون کرے جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتی ہو اور باقی اسلامی جماعتوں کے ساتھ دو شرطوں کے ساتھ تعاون درست ہے: (۱) یہ کہ تعاون جہاد ترک کرنے کا ذریعہ نہ بنے۔ (۲) ان کا یہ تعاون اس جماعت کے ساتھ جہاد کے ساتھ متعارض نہ ہو' کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ اور تعددِ جماعات میں کوئی حرج نہیں ہے اگر آپس میں ایک دوسرے کے لیے مضر نہ ہوں......

ایسی جماعت کا بنانا واجب ہے دینی ضرورت کے لیے خاص طور پر اُس وقت جب امامت اور خلافت کا وجود نہ ہو''۔(٤٠)

حواشی

(١) اردو دائرة المعارف الاسلامية' ص٣٦٣۔٣٦٨' ج٧' مادة جماعة وشاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا از سید قاسم محمود' ص٦٨٥ مادہ جماعت' طبع لاہور' ادارہ اسلامیات لاہور۔

(٢) صحيح البخاري' كتاب الاذان' باب اثنان فما فوقهما جماعة۔

(٣) صحيح البخاري' كتاب الأذان' باب فضل صلاة الجماعة۔

(٤) مسند احمد بن حنبل' ج٣' ص ٤٢۔

(٥) صحيح البخاري' كتاب المناقب' باب علاماة النبوة في الاسلام۔ وسنن ابن ماجه' كتاب الفتن' باب العزلة۔

(٦) الوثائق' بار دوم قاهرة' ص٩' طبع ١٩٦٥ء۔

(٧) صحيح البخاري' كتاب الديات' باب قول الله تعالى ان النفس بالنفس والعين بالعين۔

(٨) سنن الترمذي' كتاب الفتن عن رسول الله ﷺ' باب ما جاء في لزوم الجماعة۔

(٩) مسند احمد' ج٣' ص ٢٢٩۔

(١٠) صحيح البخاري' كتاب الفتن' باب قول النبي ﷺ سترون بعدى امورا تنكرونها۔ وصحيح مسلم' كتاب الامارة' باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن ....

(١١) ابن ماجة' كتاب الفتن۔ ومسند احمد' ج٣' ص ١٤٥' و ج٤' ص١٠٢۔

(١٢) مجموع فتاوى ابن تيميه' ج٣' ص ١٥٧۔

(١٣) شرح الواسطيه از هراس' ص ١٦۔

(١٤) الباعث لابي شامة' ص ٢٢۔

(١٥) شرح السنة از بغوى' ج١' ص ٢٠٥۔

(١٦) فتح الباري' ج١٣' ص ٣١٦۔

(١٧) سنن الترمذي' ج٤' ص ٤٦٥۔

(١٨) شرف اصحاب الحديث' ص ٢٦'٢٧۔

(١٩) سنن ابن ماجه' كتاب الفتن' باب السواد الاعظم۔

(٢٠) عارضة الاحوذي' شرح الترمذي' ابواب الامثال۔

(٢١) شرح مسلم' كتاب الامارة۔

(٢٢) شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا' ص٦٨٥' از سید قاسم محمود' ناشر الفیصل' اردو بازار لاہور

(٢٣) مولانا ابوالکلام آزاد کی کتاب ''مسئلۂ خلافت'' سے ایک اقتباس' بحوالہ ندائے خلافت لاہور'

۲۸ مئی ۲۰۰۳ء شمارہ ۱۸ جلد ۱۲۔
(۲۴) تفہیم المسائل ج ۵' ازمولانا گوہر رحمٰن شیخ القرآن والحدیث وسابق مہتمم جامع اسلامیہ تفہیم القرآن مردان' ناشر مکتبہ تفہیم القرآن' مردان۔
(۲۵) بحوالہ : د/کمال المصری' مشتار دعوی اسلام اون لاین نت قسم الدعوۃ (سوال وجواب) نوٹ کریں: د/ کمال المصری سیاست میں ماسٹر کیا ہے اور فلسفہ میں پی ایچ ڈی کیا ہے۔
(۲۶) بحوالہ الملتقى الحوار العربي /ساحۃ الحوار العربي۔
(۲۷) الحوادث والبدع لابی شامۃ۔ ابوشامہ کے بقول بیہقی نے یہ قول کتاب مدخل میں ذکر کیا ہے۔
(۲۸) لالکائی' شرح السنۃ' ج ۱' ص ۱۰۸۔۱۰۹۔
(۲۹) تفہیم المسائل' ج ۵' ص ۲۵۰ ازمولانا گوہر رحمٰن۔
(۳۰) کیسٹ عنوان اسئلۃ ابی الحسن للشیخین ابن باز والعثیمین سُجّل بمکۃ المکرمۃ ۶/ذی الحجۃ ۱۴۱۶ھ ۔
(۳۱) تفسیر ابن جریر' طبع مصطفی البابی بمصر ۱۹۰۴' ج ۴' ص ۳۸۔
(۳۲) تفسیر ابن کثیر' ج ۲' ص ۷۵ طبع الشعب۔
(۳۳) مجموع فتاوی و مقالات عبد اللہ بن باز' الجزء الخامس۔
(۳۴) سنن ابی داوٗد' کتاب الجهاد' باب فی القوم یسافرون یؤمرون احدهم۔
(۳۵) السیاسۃ والادارۃ الشرعیۃ' (بزبان بشتو) ۲۰۰۹/۵۱ ازمولانا عبدالباقی حقانی' طبع المکتبۃ الحقانیۃ' پشاور۔
(۳۶) مسند احمد۔
(۳۷) احمد بن عبدالحلیم' ابن تیمیہ الحسبۃ' ص ۱۱' طبع اول' ۱۹۸۶ء ناشر دار الشعب۔
(۳۸) جادہ ومنزل از سید قطب شہید' بحوالہ ندائے خلافت لاہور' شمارہ ۴۶' دسمبر ۲۰۰۶ء
(۳۹) اوزبکستان المسلمۃ' تاریخ النشر' یونیو ۲۰۰۳/۲ء۔
(۴۰) مجموع فتاوی ابن تیمیہ۔ طبع مؤسسۃ قرطبۃ' ج ۹۲/۱۱۔
(۴۱) مجموع فتاوی و مقالات متنوعۃ' ج ۸' ص ۲۳۷۔
(۴۲) سوال ۶: www.ibnbez.org sa/last resault asp?wd=1950
(۴۳) سوال ۱: فتوی رقم ۷۱۲۲= المکتبۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء (السعودیۃ)
(۴۴) فتاوی الشیخ البانی ومقارنتها بفتاوی العلماء' ص ۱۰۷۔۱۰۷۔۱۱۴۔
(۴۵) یہ تحریر انہوں نے جبهة الجهاد والاصلاح کے لیے لکھی تھی۔ بحوالہ منتدبات الفردوس' الجہادنیٹ بتاریخ ۲۰۰۷/۶/۳۔

(جاری ہے)